ابن صفی کے رو برو
سید حمزہ رضوی

ابن صفی کے روبرو

سید حمزہ رضوی

۱۹۶۷ء کی بات ہے جب آٹھویں کلاس کا آخری پرچہ دے کر میں خود کو ہر دباؤ سے آزاد محسوس کر رہا تھا اور اپنے دوست و ہم جماعت اسلم کے ساتھ امتحانی سینٹر سے واپس آرہا تھا۔ ہم دونوں ہم ذوق و ہم مزاج تھے اور زندگی کی ۱۴ بہاریں گزار چکے تھے۔ ہماری دوستی میں ایک ہی نکتہ مشترک تھا وہ نکتہ تھا "ابن صفی"۔

ابن صفی سے تعارف بھی اسلم نے ہی کرایا تھا۔ ایک دن وقفے کے دوران کلاس خالی ہوگئی تو اسلم سیٹ پر ہی بیٹھا رہا اور بستے میں سے عمران سیریز کا ایک ناول "بھیانک آدمی" نکال کر پڑھنے لگا۔

میں بھی کہانیوں کا شوقین تھا۔ اس کے برابر ہی بیٹھا وہ ناول پڑھتا رہا اور ہر صفحے کے بعد میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ عمران کی حماقتیں، روشی کا دلچسپ کردار..... مگر چوتھائی کتاب بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ انٹرول ختم ہو گیا۔

اسلم نے جلدی سے کتاب بستے میں چھپائی اور میں چھٹی کا انتظار کرنے لگا۔ دو گھنٹے دو صدیوں کے مساوی ہو گئے۔ چھٹی ہوئی تو میں نے اسلم کی خوشامد شروع کر دی کہ وہ یہ ناول مجھے دے دے۔ وہ اس پر تو راضی نہیں ہوا مگر اسکول سے واپسی پر راستے میں ایک چھوٹا سا پارک تھا ہم وہاں بیٹھ گئے اور ناول ختم کر کے ہی دم لیا۔

بس اس دن کے بعد سے ٹارزن کی کہانی ختم اور صفی گردی شروع!

کسی بھی عمل میں اعتدال لازمی ہے۔ ہمارے حد سے گزرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھویں کلاس کے سالانہ امتحان میں ہم بری طرح فیل ہو گئے۔ ظاہر ہے جب ہمارے دوسرے ساتھی امتحانی سینٹر جاتے تو درسی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ مگر ہمارے ہاتھوں میں سینٹر جاتے ہوئے بھی ابن صفی کا کوئی نہ کوئی ناول ہوتا اور امتحان سے فارغ ہو کر بھی واپسی میں کہیں کسی جگہ بیٹھ کر ناول مکمل کرنا ہمارا مشغلہ تھا۔

اپنے مستقبل سے بے نیاز میں اور اسلم ابن صفی کی کتابیں کئی کئی مرتبہ پڑھتے جاتے۔ رفتہ رفتہ ہمارے ساتھ کچھ اور دوست بھی شامل ہو گئے تھے۔ ہمارا ایک حلقہ بن گیا تھا اور ہم سارے دوست روزانہ باہمی نشست کرتے۔ اس نشست میں صرف اور صرف ابن صفی کی تحریر کو ڈسکس کیا کرتے۔ اس سلسلے میں بڑے بھائی صاحب کی جانب سے ٹھیک ٹھاک خبر گیری ہوتی۔ کبھی ہمارا جیب خرچ بند تو کبھی باہر نکلنا بند اور اسلم سے تو بھائی صاحب کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ جہاں کہیں وہ میرے ساتھ نظر آتا، ایک تھپڑ اسے لگاتے اور دوسرا ------ ستم ظریفی یہ کہ اسلم کے

والد نے بھی ہمارے بھائی صاحب کو اسلم کی گوشمالی کرنے کی کھلی چھوٹ دی ہوئی تھی۔

تو ذکر ہو رہا تھا مارچ کے موسم بہار کا۔ ہم دونوں دوست دوسری مرتبہ آٹھویں کلاس کا آخری پیپر دے کر خوش گپیاں کرتے اپنے گھروں کی جانب رواں دواں تھے۔ راستے میں ایک لائبریری ہوتی تھی جس کا نام تھا "واثق لائبریری"۔ ویسی ہی لائبریری جیسی اُس زمانے میں ہوتی تھیں۔ ایک آنہ یومیہ کرایہ ادا کر کے کتابیں لی جا سکتی تھیں۔

میری نگاہ لائبریری کی دیوار پر چسپاں اشتہار پر پڑی۔ جس میں تحریر تھا۔ "ابن صفی کے ساتھ ایک شام" تحریر کے مطابق واثق لائبریری کی جانب سے ابن صفی کے اعزاز میں ایک شام لائبریری کے سامنے واقع سعودیہ فٹ بال گراؤنڈ میں منائی جائے گی جس میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہو گا اور اس میں ایک انعامی مقابلہ بھی ہو گا۔ جس میں ابن صفی کی ناولوں سے اخذ کیے گئے سوالات ہوں گے۔ جیتنے والے کو بدست ابن صفی انعام دیا جائے گا۔

"ٹکٹ کی قیمت ۵ روپیہ"

۵ روپیہ لکھا دیکھ کر میں اور اسلم دل مسوس کر رہ گئے۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب عیدی ایک روپیہ ملتی تھی اور روزانہ جیب خرچ ایک آنہ ملتا تھا (یاد رہے کہ ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوتے تھے۔) اب آپ سوچ لیں کہ ۵ روپیہ کا حصول ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم ابن صفی کے عاشقان دل مسوس کر رہ گئے۔ آپس میں

اپنی غربت کا ذکر کر کے دل کی بھڑاس نکالتے تھے۔

اگلے دن اسلم نے خوشی خوشی مجھے بتایا کہ اس نے اپنے ٹکٹ کا بندوبست کرلیا ہے۔

مجھے بہت حیرت ہوئی پوچھا، "وہ کیسے؟"

وہ بولا، "یہ سیکرٹ ہے۔ بس اب تم بھی جلد سے جلد اپنے ٹکٹ کا بندوبست کرلو۔"

میں نے ایک آہ بھری اور کہا۔ "یار اسلم میں کہاں سے بندوبست کروں میری قسمت میں ابن صفی سے ملاقات نہیں ہے۔"

وہ ہنسا اور بولا "ترکیب میں بتاتا ہوں عمل تم کو کرنا ہوگا۔"

میں نے حیرت سے کہا "کیسی ترکیب۔۔۔ کیا کوئی جادو ہے۔۔۔؟"

اس نے پوچھا "کیا تمہارے گھر اخبار آتا ہے۔"

"ہاں آتا ہے۔"

"تو جاؤ دیکھو۔ ردی اخبار کہاں ہیں اور کتنے ہیں۔ چپکے سے سارے اٹھاؤ اور مارکیٹ میں کباڑیئے کو دے کر پیسے جیب میں رکھو۔"

میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ "واہ! ظالم نے کیا ترکیب بتائی ہے"۔۔۔

میں بھاگم بھاگ گھر پہنچا۔ سب گھر والوں کی نظروں سے بچ کر اسٹور میں رکھے ہوئے ردی پیپرز کا جائزہ لیا۔ اچھا خاصہ وزن تھا۔ قصہ مختصر موقع دیکھ کر تھوڑے تھوڑے اخبار اپنے گھر کی خفیہ جگہ پر منتقل کرتا

رہااور شام سے پہلے مارکیٹ میں کباڑیئے کے حوالے کیا۔

۸ کلو کے عوض ۲ روپے ملے۔ دوسرے دن اسلم کو میں نے بتایا کہ صرف ۲ روپے کی ردی ملی۔

اسلم نے پوچھا "باقی ۳ روپیہ۔۔۔؟ چلو خیر ہے کل دیکھیں گے۔"

"لیکن یار اسلم آج جمعرات ہے کل جمعہ اور ہفتے کو پروگرام ہے ابھی بھی ۳ روپے کی ضرورت ہے۔"

اس موقع پر پھر اسلم نے مشورہ دیا۔۔۔ "یار بات سن۔ یہ بتا کہ تیرے گھر سودا کہاں سے آتا ہے؟"

"بنگالی کی دکان ہے نا! میں وہاں سے سودا لاتا ہوں۔ دکاندار کاپی میں لکھ دیتا ہے۔"

"بس تو کام بن گیا تو ادھار والی کاپی لے آ۔۔۔"

میں گھر آیا، بھائی صاحب کی دراز سے ان کی کاپی لی اور اسلم مجھے بنگالی کی دکان پر لے گیا۔ وہاں سے ایک درجن انڈے لیے جن کی قیمت ۴ روپیہ کاپی پر درج کروایا اور میں نے گھر آکر کاپی بھائی جان کی دراز میں رکھ دی۔ اسلم محلے سے دور مجھے ایک کریانہ اسٹور پر لے گیا اور وہاں اس نے تمام انڈے ۳ روپیہ میں فروخت کر کے پیسے مجھے دیئے۔ ہم دونوں اسی شام "واثق لائبریری" پہنچے اور پانچ روپیہ کا کوپن حاصل کیا۔

ہفتے کی صبح نمودار ہوئی تو بے چینی سے شام کا انتظار ہونے لگا۔ دوپہر میں اسلم کے ساتھ مل کر ہم نے اس گراؤنڈ کا چکر بھی لگایا جہاں شام

ڈھلے اپنے محبوب کا دیدار ہوناتھا۔ ہم نے کسی دوست کو بھی ٹکٹ ملنے کی اطلاع نہیں دی۔ کیوں کہ خدشہ تھا کہ ہمارے ارادوں کی خبر بھائی صاحب کو نہ ہوجائے اور پھر ہم اس امر پر غور کرنے لگے کہ شام ۷ بجے سے گھر سے غائب رہنے کے لیے گھر والوں کو کیا بہانہ پیش کیا جائے۔۔۔

ہم یہ میٹنگ گھر کے قریب ایک پرائمری اسکول کے برآمدے میں شام کے وقت کرتے تھے۔ جہاں کسی کی مداخلت کا اندیشہ نہیں تھا اور نہ ہی بھائی صاحب کی جانب سے دیکھ لیے جانے کا خطرہ تھا۔ ہم مختلف بہانوں پر غور کرتے رہے۔ یہ مسئلہ بھی اسلم نے ہی حل کیا۔ اس شام ہمارے محلے کی مسجد میں مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کا خطاب تھا۔ ہم دونوں نے مسجد کمیٹی کو اپنی خدمات پیش کر دیں۔ کمیٹی نے ہماری ڈیوٹی پانی پلانے پر لگادی۔ ہم دونوں نے اپنے اپنے گھر والوں کو اطلاع دے دی کہ ہم آج عصر سے مسجد میں رہیں گے اور مولانا نورانی کے خطاب کے سلسلے میں رضا کارانہ فرائض انجام دیں گے۔ گھر والوں نے خوشی خوشی اجازت دے دی۔ عصر کی اذان ہوئی تو میں مسجد پہنچ گیا۔ اسلم بھی وہاں مل گیا۔ کچھ اور دوست بھی رضا کار بنے ہوئے تھے۔ مسجد کی انتظامیہ نے ہم رضا کاروں کے سینے پر بیج لگادیئے تھے۔

مغرب کی اذان ہوئی تو اسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور آہستہ آہستہ مسجد سے باہر کی جانب نکلنے لگا۔ لوگ اندر آرہے تھے ہم وضو خانے کی سمت سے بیرون مسجد آ گئے۔ اسلم نے مجھے ہدایت کی کہ فوراً یہ بیج اتار کر جیب میں رکھو۔ اس نے پہلے ہی اپنا بیج نکال لیا تھا۔ ہم تیزی سے محلے سے

نکلے اور تیز رفتاری سے ۳ کلو میٹر دور "واثق لائبریری" کا فاصلہ طے کرنے لگے۔ اس اثنا میں اندھیرا چھا چکا تھا۔ اس زمانے میں ہمارے علاقے، ملیر میں ابھی بجلی کا وجود نہیں تھا۔ لالٹین، پیٹرو میکس کی مدد سے روشنی کا استعمال ہوتا تھا۔ "واثق لائبریری" کے سامنے گراؤنڈ میں ابھی شامیانہ نصب کیا جارہا تھا۔ حالانکہ پروگرام کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ ہم لائبریری کے مالک واثق بھائی کی طرف بڑھے جو کچھ لوگوں کے ساتھ انتظامی امور دیکھ رہے تھے۔ مگر انہوں نے ہمیں بچہ سمجھ کر توجہ ہی نہیں دی۔ بلکہ ان کے ایک ساتھی نے تو ہمیں بری طرح جھڑک دیا اور ڈانٹتے ہوئے حکم دیا "چلو جاؤ، اپنے اپنے گھر جاؤ۔" ہمارے ارد گرد ہمارے کچھ اور ہم عمر بچے بھی کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کی ڈانٹ سن کر اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ مگر ہم کہاں جاتے۔ اسلم نے آگے بڑھ کر واثق بھائی سے پوچھا "واثق بھائی کوئی کام ہو تو مجھے بھی بتادیں۔"

واثق بھائی نے بڑے پیار سے کہا "بیٹا تم لوگ گھر جاؤ اندھیرا بہت ہو گیا ہے۔"

اسلم نے کہا "نہیں جی۔ ہم نے تو پروگرام کا ٹکٹ خریدا ہے پروگرام میں شریک ہوں گے۔"

انہوں نے ہمارے ٹکٹ چیک کیئے اور کہا۔ "اچھا چلو ٹھیک ہے۔ مگر پروگرام تو ابن صفی صاحب کے آنے کے بعد ہی شروع ہو گا۔"

میں نے بے چینی سے پوچھا "اور وہ کب آئیں گے؟"

"تقریباً ۹ بجے کا وقت دیا ہے انہوں نے۔"

میں اور اسلم کرسیوں پر بیٹھ گئے اور قناتیں لگتی دیکھتے رہے۔ پھر ہم خود بھی ان کے کاموں میں شریک ہو گئے۔ روشنی کے لئے جگہ جگہ پیٹرومیکس روشن کر دیئے گئے تھے۔ پھر لوگ آنے شروع ہو گئے۔ پنڈال میں داخلہ ٹکٹ دیکھ کر ہو رہا تھا۔ واثق بھائی نے کسی اسکاؤٹ گروپ کی خدمات بھی حاصل کی تھیں۔ جو پنڈال کے باہر نگرانی کر رہے تھے۔ ۹ بج گئے اور پنڈال کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ ابھی تک ہمارے محبوب مہمان ابن صفی نہیں آئے تھے۔ مگر پروگرام شروع ہو گیا تھا۔ مختلف لوگ یکے بعد دیگرے ابن صفی پر اظہار خیال کر رہے تھے۔ اسی دوران اسٹیج سے اعلان ہوا کہ جن لوگوں نے انعامی مقابلے میں حصہ لینا ہے، وہ اسٹیج کے داہنی جانب موجود خالی کرسیوں پر آجائیں۔ میں اور اسلم اٹھ کر ایک ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ کرسیوں کے درمیان اچھا خاصہ فاصلہ تھا کوئی ۵۰ کے قریب افراد ان کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ انتظامیہ نے سب کو ایک ایک صفحہ دے دیا اور ہدایت کی کہ تمام لوگ اپنے نام اور ٹکٹ نمبر تحریر کر دیں۔ ہم نے نام اور نمبر لکھ دیا۔ صفحے پر ۱ سے ۲۰ تک عمودی نمبر لکھے ہوئے تھے۔ اسٹیج سے اعلان و ہدایات جاری ہو رہی تھیں۔ ”ابن صفی کے ناولوں سے اخذ کئے گئے سوالات کئے جائیں گے۔ جس نمبر پر سوال ہو گا اسی نمبر کے آگے جواب لکھنا ہو گا۔“ اس دوران مختلف مہمانان گرامی کے اظہار خیالات ہو رہے تھے۔ ضرور کچھ مشہور شخصیات بھی رہی ہوں گی۔ مگر اس زمانے میں مجھے اتنا شعور نہ تھا کہ ان مشاہیر سے آگاہ ہوتا۔ ہاں مگر جب معین اختر کا نام سنا تو میں چونکا۔ اسٹیج سیکریٹری نے مائک معین اختر کو دے دیا۔

دبلا پتلا سا جسم، سانولا سا رنگ اور نوجوانی کا سن۔ معین اختر نے مختلف آئٹمز پیش کیے۔ لوگ قہقہے لگاتے رہے۔ اچانک باہر شور وغل شروع ہو گیا۔

اسکاؤٹ کے جوان ٹینٹ سے باہر کھڑے ہو گئے۔ پتہ چلا کہ لوگ پنڈال کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر اسکاؤٹ کے جوانوں نے ان کو بغیر ٹکٹ پنڈال ان کے اندر نہ آنے دیا۔ واثق بھائی کو شاید اس بات کا خدشہ تھا۔ اس لیے انہوں نے علاقے کے ایک گینگسٹر (Gangster) [جن کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں] کی خدمات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پنڈال سے بیرونی محاذ سنبھال رکھا تھا اور لوگ مذکورہ گینگسٹر کے ڈر سے قناتوں سے دور دور ہو گئے تھے۔ میں وقت کی وجہ سے پریشان تھا کہ اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنے کا کیا بہانہ تلاش کروں گا۔ اب تک تو نورانی صاحب کا جلسہ بھی ختم ہو گیا ہو گا۔ بھائی صاحب تو میری کھال ادھیڑ دیں گے۔

میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ پنڈال میں کچھ شور ہونے لگا میں نے چونک کے ادھر دیکھا۔ اسلم نے کہا "ابن صفی آ گئے۔"

سب لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔ اسٹیج کے پاس قناتوں میں اندر آنے کی جگہ سے میری محبوب ہستی تشریف لا رہی تھی۔ لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ ابن صفی نے سٹیج پر رکھے ہوئے صوفوں پر بیٹھنے سے قبل اسٹیج پر ٹھہر کر حاضرین کی جانب رخ کر کے "السلام علیکم" کہا اور پھر بیٹھ گئے۔ اس دوران گینگسٹر گروپ کے لوگوں نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور سب اندر آ کر ابن صفی کا دیدار کرنے لگے۔

باہر کے لوگوں نے میدان خالی دیکھا تو پھر پنڈال میں آنے کی کوشش کرنے لگے۔ شور شرابہ سن کر ابن صفی نے واثق بھائی کو اپنے پاس بلایا اور کچھ پوچھا۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد ابن صفی اٹھے اور مائک پہ آکر فرمانے لگے۔

”پنڈال کے اندر موجود دوستو اور پنڈال سے باہر غیر مدعو شدہ احباب!

مجھے معلوم ہے کہ آپ میری محبت میں یہاں آئے ہیں۔ پنڈال سے باہر جو لوگ ہیں۔ انہوں نے منتظمین سے پروگرام میں شرکت کی اجازت نہیں لی۔ شاید ان کو یقین نہیں تھا کہ میں اس پروگرام میں آؤں گا۔ مگر میں منتظمین سے گزارش کروں گا کہ میرے ان محبان کو مجھ سے محرومی کی سزا نہ دیں اور ان قناتوں کو ہٹا دیں۔ ساتھ ہی میں اپنے ان چاہنے والوں سے گزارش کروں گا کہ پروگرام کو ڈسٹرب نہ کریں۔ قناتیں ہٹا دی جائیں، تو اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہ کر پروگرام کو جاری رکھیں۔“

واثق بھائی کے اشاروں پر اسکاؤٹس نے فوراً قناتیں ہٹا دیں۔ پنڈال کے تینوں اطراف میں دور دور تک مجمع نظر آرہا تھا۔ کمال کی بات یہ کہ اب کوئی دھکم پیل نہیں تھی۔ بلکہ سب خاموشی سے اپنی اپنی جگہ ایستادہ تھے۔ یہ ایک عظیم مصنف کو عوام کی جانب سے پرسکوت خیر مقدم تھا۔

اب اسٹیج سیکریٹری نے سوال کرنے شروع کر دیئے۔ سوال اس قسم کے تھے کہ

☆ ”قاسم سے حمید کی پہلی ملاقات کس ناول میں ہوئی؟“

☆ ”جیرالڈ شاستری کس ناول میں تھا؟“

☆ ”عمران کے بارہویں ناول کا کیا نام ہے؟“

میں نے ہر سوال کے آگے اس کے جوابات لکھے اور پرچہ منتظمین کے رضا کاروں کے حوالے کر دیا۔ کچھ مہمانان گرامی نے اظہار خیال کیا اور پھر معزز مہمان کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ ابن صفی ڈائس پر آئے اور پنڈال میں ان کی آواز گونجنے لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کچھ کہا۔ حالانکہ میں اسٹیج سے قریب تھا اور بخوبی ان کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ خدا جانے یہ موقع پھر کب ملتا۔ میرا ذہن، میری نگاہ، حتیٰ کہ میری پوری توجہ ان کے دیدار پر تھی۔ پنڈال میں بھی پن ڈراپ خاموشی (Pin Drop Silence) تھی۔ بس فضا میں ایک انھی آواز گونج رہی تھی۔ مگر میری طرح اکثریت ”ٹک دیدم لب نہ کشیدم“ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ مجھے ہوش اس وقت آیا جب ان کی گفتگو ختم ہوئی اور زور دار تالیوں (Clapping) نے میرا ارتکاز مجروح کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ ابن صفی کو ڈائس کے برابر ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا تھا اور اسٹیج پر سے واثق بھائی مخاطب تھے۔ وہ نتائج کا اعلان کرنے سے پہلے مقابلے کی تفصیلات بتا رہے تھے۔

پہلے تیسرے نمبر کے فاتح کا اعلان کیا گیا۔ یہ ایک بزرگِ باریش شخصیت تھی۔ ان کو ”درندوں کی بستی“ والی ۴ کتابوں کا سیٹ انعام میں ملا۔ ابن صفی نے ان کو اپنے ہاتھوں سے یہ کتابیں عنایت کیں۔ دوسرے

نمبر پر ایک اور جوان تھے، جو کافی وجیہہ تھے اور سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ وہ اسٹیج پر گئے تو سب نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ انہوں ڈائس پر پہنچتے ہی ابن صفی کے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا۔ ابن صفی نے ان کو گلے لگایا اور ان کو شعلے سیریز کا سیٹ انعام میں پیش کیا۔ واثق بھائی نے ان کو اسٹیج پر ہی بٹھا لیا اور مائیک پر آکر کہا ''میں جناب شکیل صاحب کا ممنون ہوں۔''

تب مجھے پتہ چلا کہ یہ مشہور ٹی وی اسٹار ''شکیل صاحب'' تھے جو ابن صفی کی محبت میں آئے تھے اور مقابلے میں حصہ بھی لیا تھا۔ اب آخری فرسٹ پرائز کی اناؤنسمنٹ ہونے والی تھی اور واثق بھائی بتا رہے تھے کہ ''تیسرے نمبر آنے والے وِنر کے ۴ سوال درست نہ تھے اور شکیل صاحب کے ۱۹ سوال کے جواب درست تھے مگر ایک سوال کا جواب انہوں نے نہیں دیا تھا۔ اب میں فرسٹ پرائز کا اعلان کروں گا جس کے تمام سوالات کے جوابات ۱۰۰ فیصد درست ہیں۔ مگر یہ اعلان ہماری درخواست پر محترم ابن صفی خود کریں گے۔''

یہ کہہ کر اسٹیج پر تمام مہمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ پنڈال میں موجود سبھی لوگ ایستادہ ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ ابن صفی ڈائس پر آ گئے۔ ابھی انہوں نے بڑے دھیمے لہجے میں گفتگو شروع کی ہی تھی کہ میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔۔۔

اسٹیج پر واثق بھائی کے ساتھ بھائی صاحب کھڑے نظر آئے۔ اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پسینے پسینے ہو گیا اور گھبراہٹ میں میں بھاگنے کی سوچنے لگا تھا کہ اسلم آکر مجھ سے چمٹ گیا اور کہنے لگا ''تم فرسٹ۔۔۔ تم

فرسٹ۔۔۔جاؤ اسٹیج پر۔۔۔"

میں نے توجہ دی تو ابن صفی میرے نام کا اعلان کر رہے تھے اور اسٹیج پر آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ مگر میں گم سم کھڑا بھائی صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ جو میرا نام سن کر پنڈال کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مگر میں ان کو اتنے مجمع میں کہاں نظر آتا۔ اسلم نے مجھے پکڑ رکھا تھا اور اسٹیج کی طرف کھینچ رہا تھا۔ میرے محلے کے چار پانچ افراد بھی میری طرف لپکے اور زبردستی مجھے اسٹیج کے پاس لے گئے۔ اب بھائی صاحب نے مجھے دیکھا۔ مگر میں ان کے چہرے پر غصہ نہیں بلکہ حیرت دیکھ رہا تھا۔ میں ان کے چہرے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا کہ محترم ابن صفی کی پر شفیق آواز سنائی دی۔

"اس بچے کو ڈائس کے قریب لائیے۔"

اس طرح مجھے ان کے قریب کھڑا کر دیا گیا۔ میں کبھی ابن صفی کو اور کبھی کن انکھیوں سے بھائی صاحب کو دیکھ رہا تھا اور تھر تھر کانپ بھی رہا تھا۔ بھائی صاحب واثق بھائی سے کچھ کہہ رہے تھے۔ یہ تو مجھے بعد میں پتہ چلا بھائی صاحب بھی اس تقریب کی انتظامی کمیٹی میں شامل تھے اور یہ کہ واثق بھائی ان کے قریبی دوست تھے۔ میں ڈائس کے سامنے ابن صفی کے روبرو کھڑا تھا اور۔۔۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کہ پہلا انعام عمران سیریز کے بوغا کے سلسلے کے پانچ ناول (جو عمران کا اغوا سے ظلمات کا دیوتا تک ہیں) جو محترم ابن صفی اس مقابلے میں اول آنے والے اس ہونہار بچے کو عطا کریں گے۔

محترم ابن صفی صاحب کے سامنے میں گم سم کھڑا ہوا تھا۔ اچانک بھائی

صاحب نے ان کتابوں کا پیکٹ اٹھالیا اور ابن صفی سے کہنے لگے

"سر میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔"

"جی فرمائیے۔"

"سر میں اس لڑکے کا بھائی ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ آپ کے دست مبارک سے انعام حاصل کرے گا۔ مگر ایک عرض ہے کہ آپ کی کتابوں کے عشق میں اس کا مستقبل تاریک ہو رہا ہے۔ یہ نصابی کتابوں کی جگہ ہر وقت آپ کے ناول پڑھتا رہتا ہے۔ گزشتہ سال یہ آٹھویں کلاس میں فیل ہو چکا ہے اور اس سال پھر امتحان دیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ سزا کے طور پر اس کو انعام مت دیں۔"

ابن صفی صاحب مسکرائے اور بھائی صاحب سے بولے "اچھا کیا آپ نے اپنے بھائی کی تربیت کا اچھا طریقہ اختیار کیا۔"

پھر مجھ سے کہا "کیوں برخوردار! جو کچھ تمہارے بھائی نے کہا ہے۔ کیا تم کو کوئی شرمندگی ہے۔۔۔؟"

میں بری طرح بلک پڑا اور وہیں اسٹیج پر سسکنے لگا۔

انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا "ایک عہد کرو کہ جب تک میٹرک پاس نہیں کرلو میری کتابوں کو دیکھو گے بھی نہیں۔۔۔"

میں ان کو ہکا بکا دیکھنے لگا۔

وہ پھر بولے "دیکھو بیٹا لوگ میری کتابیں پڑھ کر علم حاصل کرتے ہیں مگر کیا تم میری کتابیں پڑھ کر جاہل رہنا پسند کرو گے؟"

میرے آنسو تھم ہی نہیں رہے تھے۔۔۔۔

ان کی آواز پھر آئی ”تو کیا تم وعدہ کرتے ہو؟“

میں نے سر اٹھایا، آستینوں سے آنسو پونچھے اور نہ جانے کس لہجے میں کہا۔۔۔”بالکل مجھے آپ کی ہی قسم ہے۔ میں آئندہ دو سال تک آپ کی تو کیا، اپنے اسکول کی کتابوں کے علاوہ کوئی بھی کتاب نہیں پڑھوں گا۔“

اچانک بھائی صاحب اور واثق بھائی آگے آئے، کتابوں کا پیکٹ اٹھایا اور معزز مہمان سے عرض گزار ہوئے۔

”سر میرے بھائی کو انعام عطا کریں۔“

محترم ابن صفی نے مجھے کتابوں کا پیکٹ عنایت کیا تو میں پھر رونے لگا۔ مگر میرے رونے کی صدا تالیوں کی گونج میں دب کر رہ گئی۔ بھائی صاحب مجھے اسٹیج سے لے کر نیچے آگئے۔ اس دن کے بعد سے میں نے کسی بھی ناول کو دیکھا تک نہیں۔ دو سال بعد جب میں نے میٹرک فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا، تو بھائی صاحب نے گزشتہ دو سال میں شائع ہونے والی ابن صفی کی ساری کتابیں مجھے تحفے میں دیں۔

اب اس دنیا میں نہ بھائی صاحب ہیں کہ جن کی تربیت نے مجھے کامیابیاں عطا کیں اور نہ ابن صفی رہے۔ مگر میں ان کا وہ جملہ آنے والی نسلوں تک پہنچا تا رہا اور پہنچا تا رہوں گا۔

”لوگ میری کتابیں پڑھ کر علم حاصل کرتے ہیں کیا تم میری کتابیں پڑھ کر جاہل رہنا پسند کرو گے۔“